قرآن کریم: نبی اکرم ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ: تحقیقی مطالعہ

The Holy Qur'an: The Greatest Miracle of the Holy Prophet: A Research Study

*محمد شاہ فیصل: پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ تفسیر وعلوم القرآن، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

**حافظ احسان الحق: پرنسپل گورنمنٹ ایسوسی ایٹ ڈگری کالج، منگووال عربی

***شاکر اللہ: پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ تفسیر وعلوم القرآن، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

ABSTRACT

The Qur'an is the last book of Allah Almighty in which all the rules and principles of the guidance of mankind have been explained and also sent to those beings who were to fully interpret and explain this word. Every word, every verse of the Holy Qur'an is a miracle and the meaning of a miracle is that it is the word of God and there is no interference of human origin and will in it. This is a book that is a challenge for humans and jinns until the end of the day and despite the passage of more than fourteen hundred years, no one has been able to find an answer to it and no one will be able to find an answer to it until the end of the day. Everyone agrees that the Holy Quran is a miracle, but in what aspect is it a miracle? Researchers have different opinions about this. Some believe that the Holy Quran is a miracle because of its eloquence and eloquence, some say that it is a miracle because of its unique style, some believe that it is a miracle because of its prophecies, and some say that It is a miracle that human beings are unable to imitate him. In the article under review, it will be discussed that the Holy Quran is the greatest miracle of the Holy Prophet.

Key Words: Holy Qur'an, Human, Miracle, Holy Prophet(PCBUH).

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی وہ آخری کتاب ہے جس میں ہدایت بشر کے تمام قوانین واصول بیان کر دیئے گئے اور ساتھ میں ان ہستیوں کو بھی بھیج دیا گیا جو اس کلام کی مکمل تفسیر اور وضاحت کرنے والی تھیں۔ قرآن مجید کا ہر لفظ، ہر آیت معجزہ ہے اور معجزہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ الٰہی کلام ہے اس میں بشر کے منشأ اور مرضی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے جو قیام قیامت تک کے لئے انس وجن کے لئے ایک چیلنج ہے اور چودہ سو برس سے زیادہ کا عرصہ گذر جانے کے باوجود کوئی آج تک اس کا جواب نہ لا سکا اور نہ ہی قیامت تک کوئی اس کا جواب لا سکے گا۔ اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ قرآن کریم

معجزہ ہے لیکن کس پہلو سے معجزہ ہے ؟ اس بارے میں محققین کی آراء مختلف ہیں۔ کچھ کا خیال ہے کہ قرآن کریم اپنی فصاحت وبلاغت کی وجہ سے معجزہ ہے، کچھ کہتے ہیں کہ یہ اپنے انوکھے اسلوب کی وجہ سے معجزہ ہے، کچھ کا نظریہ ہے کہ یہ پیش گوئیاں دینے کی وجہ سے معجزہ ہے اور کچھ کا موقف ہے کہ انسان اس کی مثل لانے سے عاجز ہیں، اس وجہ سے یہ معجزہ ہے۔ زیر نظر مقالہ میں اس حوالے سے گفتگو کی جائے گی کہ قرآن کریم نبی اکرم ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔

قرآن سب سے بڑا معجزہ

کفار ومشرکین ایسا بھی کہتے تھے کہ کس وجہ سے یہ نبی اپنی صداقت کے حوالے سے ہمیں معجزہ نہیں دکھاتے ؟ان کو جواب دیا جاتا ہے کہ یہ قرآن کریم پہلی آسمانی کتب کی خبر کے موافق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی امی پر نازل کیا ہے۔ اس کتاب میں پہلی امتوں کے واقعات ذکر کیے گئے ہیں اور یہ واقعات انہی خبروں کے مطابق ہیں جو پہلی آسمانی کتب میں ذکر کیے گئے ہیں۔ قرآن کریم ان سب کتب کا نگہبان ہے۔ پہلی آسمانی کتب تحریف سے محفوظ نہیں رہیں، اس لیے قرآن کریم کو اتارا گیا تاکہ یہ ان کتب میں پائی جانے والی صحیح اور غیر صحیح چیزوں کو ممتاز کردے۔ قرآن کریم میں اس اعتراض کا جواب یوں دیا گیا ہے:

قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔[1]

یعنی اللہ تعالیٰ تمام معجزات کے ظہور پر قادر ہے میں تو صرف متنبہ کرنے والا رسول ہوں، میرے پاس ذاتی طور پر کوئی بھی معجزہ نہیں ہے۔ ان لوگوں کے لیے اتنا معجزہ کافی نہیں ہے کہ آپ پر جس کتاب کا نزول کیا گیا ہے یہ ان سب کے سامنے تلاوت کی جارہی ہے اور اس میں ہر یقین کرنے والے کے لیے عبرت ورحمت بھی ہے۔

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ ۖ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ۔[2]

یہ لوگ قسمیں کھا کر بولتے ہیں کہ اگر کوئی بھی نشانی ہمارے پاس آجائے تو ہم اس پر ایمان لے آئیں گے، اے محمد ! ان سے فرمائیں کہ نشانیاں تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں، اگر ان کے پاس نشانیاں آبھی جائیں تو یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

---

[1] سورۃ الانعام ۶: ۱۰۹

[2] سورۃ الانعام ۶: ۱۰۹

ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کو ایسے معجزات سے نوازا گیا ہے کہ لوگ ان کو دیکھ ایمان لے آئیں۔ مجھے ایک زندہ اور ابدی معجزہ دیا گیا ہے، مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔[3]

یاد رہے کہ اس جگہ نبی اکرم ﷺ کے سب سے بڑے معجزے کو بیان کیا گیا ہے اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ ﷺ کے اس کے علاوہ کوئی اور معجزہ نہیں تھا۔ نبی اکرم ﷺ سے اس قدر معجزات صادر ہوئے کہ ان کی گنتی نہیں کی جا سکتی۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے تمام معجزات میں سے سب سے اعلیٰ معجزہ قرآن کریم ہے۔ اسی مضمون کو درج ذیل آیت میں بھی بیان کیا گیا ہے:

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَىِٕنْ جَاۗءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا۔[4]

کہتے ہیں کہ رسول کی آمد پر ہم مومن بن جائیں گے معجزہ دیکھ کر ایمان قبول کرلیں گے لیکن ہم ان کی سرشت سے واقف ہیں یہ تمام آیتیں دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ ادھر ہم ادھر تم منتظر ہیں۔ ابھی حال کھل جائے گا کہ راہ مستقیم پر کون ہے؟ حق کی طرف کون چل رہا ہے؟ عذابوں کو دیکھتے ہی آنکھیں کھل جائیں گی اس وقت معلوم ہو جائے گا کون گمراہی میں مبتلا تھا۔ گھبراؤ نہیں ابھی ابھی جان لوگے کہ کذاب وشریر کون تھا؟ یقینا مسلمان راہ راست پر ہیں اور غیر مسلم اس سے ہٹے ہوئے ہیں۔

قرآنی اعجازِ بیان

قرآنِ کریم معجزہ ہے جسے نبی اکرم ﷺ پر آہستہ آہستہ ضرورت کے مطابق ۲۳ سالوں میں نازل کیا گیا۔ قرآن کی نظیر بھی انسانی قدرت وطاقت سے ماوراء ہے۔ یہ ایسا معجزہ ہے جو رہتی دنیا تک کی خلقت کو اپنے لانے والے کی صداقت کا یقین کراتا رہے گا، نتیجتاً لوگ حلقۂ اسلام سے دن بدن وابستہ ہوتے رہیں گے، رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں اسی حقیقت کا انکشاف کیا ہے۔

---

[3] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح (مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س ن)، حدیث: ۴۹۸۱

[4] سورۃ الانعام ۶: ۱۰۹

ما من الانبياء نبي الا أعطي ما مثله آمن عليه البشر، وانما كان الذي أوتيت وحيًا أوحاه الله الي، وأرجو أن أكون أكثرهم تابعًا يوم القيامة۔[5]

"ہر نبی کو ایسا معجزہ دیا گیا جس کا مشاہدہ کرکے انسانیت ایمان لاتی رہی، مجھے اللہ پاک نے ایسا معجزہ وحی کی شکل میں دیا ہے اس میں غور وفکر کرکے قیامت تک لوگ ایمان لاتے رہیں گے مجھے امید ہے کہ روزِ قیامت میرے متبعین زیادہ ہوں گے۔"

لیکن دینِ اسلام سے بغاوت کرنے والے اور انسانی فطرت سے دور رہنے والوں نے جھٹلانے کا اپنا وطیرہ بنالیا اور اس قرآن کریم کے معجزہ سے متعلق مختلف آراء پیش کرنے لگے تو قرآن کریم نے مرحلہ وار تین قسطوں میں ان کو مقابلہ کا چیلنج کر دیا اور یہ مطالبہ کیا کہ اس کی حقانیت میں تمہیں شک ہے تو اس کی ایک سورت لا کر دکھاؤ۔ جیسے ہی قرآن کریم نے ان سے مطالبہ کیا تو وہ سب اس کا جواب دینے سے قاصر ہو گئے۔ قرآن کریم یہ مطالبہ ابھی بھی موجود ہے لیکن ہمارا ایمان ہے کہ قیامت تک کوئی بھی انسان اس کا یہ مطالبہ پورا نہیں کر سکتا۔ بہر حال قرآن ایسا معجزہ ہے جس کا مقابلہ ناممکن ہے، لیکن وجہ اعجاز کیا ہے، صاحب مناہل العرفان کل چوبیس وجوہ ذکر کرتے ہیں۔[6] لیکن اکثر اہل علم حضرات کی رائے ہے کہ قرآن پاک اپنی فصاحت و بلاغت میں معجزہ ہے، علامہ خطابی فرماتے ہیں:

ذهب الأكثرون من علماء النظر الى أن وجه الاعجاز فيه من جهة البلاغة۔[7]

"اکثر اہل فکر و دانش علماء کی رائے ہے کہ وجہ اعجاز بلاغت کی جہت سے ہے۔"

یہی بات اکثر علماء کے کلام میں پائی جاتی ہے، نیز منطقی لحاظ سے قیاس کے مطابق بھی ہے، کیوں کہ یہ کلام جن عربوں میں نازل ہوا وہ ہر علم و فن سے بے بہرہ تھے لیکن فصاحت و بلاغت میں اوج کمال پر پہنچے ہوئے تھے۔ گویا کہ شعر و شاعری، زبان و ادب، اور تعبیر و بیان ان کے گھر کی لونڈی ہیں۔ اس لیے ان سے کچھ عذر نہ ہو سکا کہ ہم تو اس فن کو جانتے ہی نہیں، جاننے والوں کو چیلنج کرو، احمد حسن الزیات رقم طراز ہیں:

"من قائل أنه الفصاحة الرائعة المذهب الواضح والأسلوب الموثق ونحن الى هذا الرأى أميل؛ فان القوم الذين تحدوا به لم يكونوا فلاسفة ولا فقهاء حتى يكون عجزهم عن الاتيان بمثله معجزة، انما كانوا بلغاء مصادع

---

[5] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب: کیف نزل الوحی، ۲/۷۴۴

[6] الزرقانی، محمد عبد العظیم، مناہل العرفان (دار الکتاب العربی، بیروت، س ن)، ۲/۳۲۴-۲۶۱

[7] السیوطی، جلال الدین الاتقان فی علوم القرآن (دار الکتاب العربی، بیروت، س ن)، ۲/۱۲۱

وخطباء مصاقع وشعراء فحولاً، وفي القرآن من دقة التشبيه والتمثيل وبلاغة الاجمال والتفصيل وروعة الأسلوب وقوة الحجاج ما يعجز طوق البشر ويرمي المعارضين بالسُّكات والحَصَر."[8]

"بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ اس قرآن میں شاندار فصاحت، واضح فکر و نظریہ اور مستحکم اسلوب پائے جاتے ہیں میری یہی رائے ہے کیوں کہ جس قوم کو للکارا گیا وہ نہ تو منطقیانہ موشگافیوں سے واقف تھے نہ ہی فہم وفراست کے حامل کہ ان کا اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز رہنا معجزہ ہوتا، ہاں وہ میدان بلاغت کے ہیرو، بلند پایہ مقرر، اور قادر الکلام شاعر تھے، نیز قرآن میں دقیق تشبیہ و تمثیل، ایجاز واطناب، حسین اسلوب اور قوت استدلال نے انسانی قوت کو درماندہ کر دیا اور مخالفین پر سکتہ وسناٹا طاری کر دیا۔"

اعجازِ بیانی کا امتیاز

لوگوں کا ایک گروہ اس بات پر مصر ہے کہ قرآن کریم کا اعجاز بلاغت و فصاحت کی وجہ سے ہے لیکن محققین کے مختلف اقوال سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قرآن کریم ہر جہت سے معجزہ ہے۔ کیونکہ اس کے مخاطبین قیامت تک آنے والے تمام لوگ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اتنی صدیاں گزر جانے کے باوجود کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہو سکا جو اس کی کسی جہتِ اعجاز کو بے اعتبار کر سکا ہو۔ اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ قرآنِ کریم کا بلیغانہ وفصیحانہ اسلوب ایسا ابدی اعجاز رہے جس میں کوئی آسمانی کتاب تک شریک نہیں، اعجازِ بیانی کی یہ جہت اتنی نمایاں ہے کہ جو بھی سنے خواہ وہ عربی زبان و بیان میں پہچان رکھتا ہو یا عربی کی الف با سے بھی واقف نہ ہو لیکن اس کا جذب پکار اٹھتا ہے۔

والله انه يقوله الذي يقول حلاوة وان عليه لطلاوة وانه ليعلو وما يعلى۔[9]

"خدا کی قسم جو یہ کلام بولتے ہیں اس میں بلا کی شیرینی اور رونق ہے، اور یہ کلام غالب ہی رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا ہے۔"

اعجازِ بیانی کا معجزانہ امتیاز

[8] الزیات، احمد حسن، تاریخ الادب العربی (فیصل پبلی کیشنز، لاہور، س ن)، ص: ۸۹

[9] السیوطی، جلال الدین، الخصائص الکبری (دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن)، ۱/۱۱۳

قرآن کریم کے اعجاز کی معرفت کے لیے کسی قسم کا معیار مقرر کرنا ناممکن ہے۔ اگرچہ کچھ محققین نے کوشش کی ہے کسی قاعدہ کے تحت اس کے اعجازِ بیانی کو داخل کر دیا جائے۔ ان محققین میں سے سب سے پہلے علامہ خطابی ہیں۔ انہی کی پیروی کرتے ہوئے مختلف مفسرین نے بھی یہ طریقہ اپنایا ہے۔ علامہ خطابی کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"بلغاء وفصحاء کے کلام تین قسم کے ہوتے ہیں: (۱) اعلیٰ درجے کا فصیح و بلیغ (۲) معمولی فصیح و بلیغ (۳) بالکل سادہ و سلیس۔ قرآن پاک کا امتیاز ہے کہ ہر ایک سے اپنے مخاطب کی رعایت کرتے ہوئے وافر حصہ لیتا ہے جو قرآن ہی کا حق ہے۔"[10]

علامہ خطابی کی اس کوشش کس حد تک کامیاب قرار دیا جا سکتا ہے؟ اس حوالے سے بات کرنا مشکل ہے کیونکہ جتنے بھی ضابطے مقرر کر لیں لیکن آخری فیصلہ تو وجدان ہی کرتا ہے۔ اس لیے اس کے اعجاز کی گواہی کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اتنا عرصہ گزرنے کے بعد بھی کوئی چیلنج قبول نہ کر سکا، بلکہ اپنی درماندگی کا اعتراف ہر صاحب ذوق کو خواہ دبے لفظوں میں ہی سہی کرنا پڑا۔ تاہم ایسے قواعد وضوابط کا جائزہ لینا ضروری ہے جن کی رعایت کرنے سے کلام کی شان نرالی ہوتی ہے۔ دراصل کلام کا موثر ہونا ہی بیان کی غرض وغایت ہے، نیز کلام کا موثر ہونا چند وجوہ کی بنا پر ہوتا ہے، اس لحاظ سے قرآن کے اعجازِ بیانی کو چار خانوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ (۱) مفردات کا اعجاز (۲) جملوں اور ترکیبوں کا اعجاز (۳) اسلوب کا اعجاز (۴) نظم وربط بین الآیات کا اعجاز۔

مفردات کا اعجاز

مفردات کے اعتبار سے اگر قرآن کریم میں غور و فکر کیا جائے تو اس کے تمام الفاظ اتنے فصیح ہیں کہ اس کی جگہ دوسرے الفاظ کو نہیں رکھا جا سکتا۔ اس کے برعکس اہل عرب کے کلام میں بہت ساری خامیاں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً متنبّی عربی زبان کا مشہور شاعر ہے، اس کو اپنی زبان دانی پر ناز بھی تھا اسی لیے دعوئہ نبوت بھی کر بیٹھا حالانکہ اس کا سارا کمال قرآن سے ہی مستفاد تھا جیسا کہ اس کی تاریخ حیات سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے کلام کا اگر موازنہ کیا جائے تو بہت سارا نقص نظر آئے گا اور ایسا محسوس ہوگا کہ اگر اس لفظ کے بجائے یہ لفظ ہوتا تو زیادہ اچھا ہوتا مثلاً اس کا ایک شعر ہے:

ان القتيل مضرجاً بدموعه مثل القتيل مضرجاً بدمائه۔[11]

---

[10] السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، ۱۲۱/۲

[11] البرقوتی، عبدالرحمان، شرح دیوان المتنبی (مطبوعہ: بیروت، ۱۴۰۷ھ)، ۱۳۲/۱

" شہید محبت شہید جنگ کی طرح ہوتا ہے۔"

لیکن ذرا "مثل" کو ہٹا کر "فوق" رکھدیں تو دیکھئے حسن کتنا دوبالا ہوتا ہے۔

ان القتیل مضرجاً بدموعه فوق القتیل مضرجاً بدمائه۔

" شہید محبت کا مقام جنگی شہید سے بڑھا ہوتا ہے۔"

قرآن کریم نے لفظ "مثل" کو مختلف چالیس مقامات پر ذکر کیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک جگہ بھی ادھر ادھر نہیں کیا جا سکتا۔ صرف لفظ "مثل" کی ہی بات نہیں، قرآن کریم کے کسی بھی لفظ کو لے لیں اسکی جگہ دوسرا لفظ نہیں رکھا جا سکتا۔ ایسا کرنے سے کلام کا مقصود باقی نہیں رہ سکتا ہے مثال کے طور پر قرآن میں ہے:

أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ۔[12]

"تم لوگ بت کو پکارتے ہو اور احسن الخالقین کو چھوڑتے ہو۔"

کوئی ایسا خیال کر سکتا ہے کہ اگر "تذرون" کی جگہ "تدعُون" ہو تو معنی میں کچھ فرق نہیں ہوگا؛ بلکہ صنعت جناس کا اضافہ بھی ہوگا۔ لیکن معاملہ ایسا نہیں ہے، وذر، اور ودع بیشک ہم معنی ہیں لیکن دونوں میں بنیادی فرق بھی ہے۔ وذر میں بالقصد چھوڑنا ملحوظ ہے؛ جبکہ ودع میں بالقصد کی کوئی قید نہیں، قرآن تو کہنا چاہتا ہے کہ تم لوگ بالقصد اپنے خالق کو ترک کر رہے ہو، ظاہر بات ہے کہ یہ معنی "ودع" سے پیدا نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم کے مفردات میں غور و فکر کرنے سے پتا چلتا ہے کہ بہت سے ایسے الفاظ کا اضافہ ہے جو پہلے سے اس معنی میں مشہور نہیں ہیں، مثلاً موت کے لیے عرب میں ۲۴ الفاظ استعمال کیے جاتے تھے، سب میں عرب کے قدیم کفری نظریہ کی غمازی تھی، لیکن قرآن نے موت کے معنی کے لیے لفظ "توفی" استعمال کیا جس کے معنی پورا پورا لینے کے ہیں۔ قرینہ کے اضافے سے موت کا معنی پیدا ہوگا، جو صرف قرآن کا عطا کردہ ہے۔[13]

کچھ معانی کے لیے الفاظ مشکل استعمال ہوتے ہیں جو کہ فصاحت کے لیے عیب ہے۔ قرآن نے ایسے تمام الفاظ کو رد کر دیا اور ضرورت کے وقت ایسا لفظ استعمال کیا جسے سننے والا عش عش کیے بغیر نہیں رہ سکتا، مثلاً پکی اینٹ کے لیے تین لفظ عربوں میں مستعمل تھے آجرّ، قرمد، طوب، اور تینوں مشکل سمجھے جاتے تھے۔ قرآن نے اس معنی میں استعمال کیا:

فاوقد لي یاهامان علی الطين فاجعل لی صرحاً.

---

[12] سورۃ الصافات ۳۷: ۱۲۵

[13] بنوری، محمد یوسف، یتیمۃ البیان مقدمہ مشکلات القرآن (م ن)، ص: ۸۹-۸۸

"اے ہامان گیلی مٹی پر آگ روشن کرکے میرے لیے ایک محل تعمیر کرو۔"
اسی طرح "ارض" کی جمع اراضی وارضون دونوں مشکل سمجھے جاتے ہیں، قرآن نے ہر دو کو چھوڑ کر ان کی جگہ استعمال درج ذیل لفظ کیا:

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ۔[14]

"اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین بھی اتنی ہی۔"

ترکیب کا اعجاز

قرآن کریم نے ایسی مختلف ترکیبیں استعمال کی ہے جن سے مختلف گتھیاں سلجھ گئیں۔ مثلاً قاتل سے انتقام لینا ایک کمال سمجھا جاتا تھا۔ اس پر برانگیختہ کرنے کے لیے مختلف جملے مشہور تھے:

القتل أنفى للقتل۔

"قتل سے قتل کی روک تھام ہوتی ہے۔"

القتل احياء للجميع۔

"قتل اجتماعی زندگی ہے۔"

أكثروا القتل ليقل القتل ۔

"قتل زیادہ کرو، قتل کی وارداتیں کم ہوجائیں گی۔"

لیکن قرآن کریم نے اس کے لیے درج ذیل الفاظ کا استعمال کیا:

ولكم فى القصاص حيوة ۔

"اور تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔"

کسی چیز کی وسعت کو بیان کرنے کے لیے مختلف جملے تھے، لیکن ساری وسعتوں کی ایک انتہاء تھی۔ قرآن نے جہنم کی وسعت بیان کرتے ہوئے کہا۔

يوم يقول لجهنم هل امتلئت وتقول هل من مزيد۔

---

14 سورة الطلاق ۱۲:۶۵

"جس روز ہم جہنم سے پوچھیں گے: کیا تو سیر ہو گئی تو وہ پکار اٹھے گی "کیا کچھ اور ہے۔"
مشرکین مکہ دلوں میں بتوں کی عظمت اتنی جاں گزیں تھی کہ اپنی قسمت کا فیصلہ کروانے بھی ان ہی کے پاس جاتے تھے، لیکن قرآن نے صرف ایک جملے میں سب کو رد کر دیا:

ان هی الا اسماء سمیتموها أنتم وآبائکم۔

"یہ محض تمہارے اور تمہارے پرکھوں کے رکھے ہوئے نام ہیں۔"
ان بتوں سے حقیقت کا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی یہ نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

اسلوب کا اعجاز

شعری اسلوب کو سب سے اچھا اسلوب سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اشعار کی سماعت کے وقت انسان میں غیر محسوس طور پر حلاوت پیدا ہوتی ہے۔ محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کا اسلوب شعری نہیں ہے۔ الفوز الکبیر میں اس حوالے سے جو کچھ ذکر کیا گیا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

اس کا اسلوب نثر ہے لیکن اس میں لذت شعر کی لذت سے زیادہ ہے۔ کیونکہ شعر کی لذت کا دار و مدار متوازن صوتی آہنگ کا کان سے ٹکرا جانا ہے لیکن یہ آہنگ پیدا کیسے ہوتی ہے، اس کے لیے بہت سارے ذوق و مزاج اور اصول و ضوابط ہیں۔ عربی اشعار کا سارا دار و مدار اوزان اور ردیف کی یکسانیت اور قوافی کی رعایت کرنے پر ہوتا ہے لیکن فارسی ذوق اس سے علیحدہ ہے، ان میں اوزان کی نئی چیزیں بھی ہیں اور حرکات و سکنات کی مخصوص ہم آہنگی بھی۔ اس کے برخلاف ہندی مزاج کا ذوق دوسرا ہے، اس میں تعدادِ حروف پر دار و مدار ہے، پھر بسا اوقات تعدادِ حروف میں کافی تفاوت ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں ان اصولوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور صرف متوازن صوتی ہم آہنگی کو برقرار رکھا گیا ہے جو ہر ذوق میں قدر مشترک ہے۔ لہٰذا قرآن کریم کو نہ تو شعر کہا جا سکتا ہے اور نہ نثر محض۔ یہی وجہ ہے کہ جب عربوں نے قرآن کریم پہلی بار سنا تو اس کو شعر کہنے لگے لیکن پھر اس نظریہ سے منحرف ہو گئے۔[15]

---

[15] دہلوی، شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر (مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س ن)، ص: ۲۳۰-۲۱۶

پھر علمائے بلاغت کے مطابق اسلوب کی تین قسمیں ہیں: خطابی، ادبی، علمی۔ ان میں سے ہر ایک کی خصوصیات الگ الگ ہیں اور دائرہِ عمل بھی علیحدہ۔ لیکن قرآن ایک ہی عبارت میں ان تمام اسلوب کو جمع کرتا ہے کہ علم کی سنجیدگی بھی ہوتی ہے، خطابت کا زور بھی تو ادب کی شگفتگی بھی۔

ربط بین الآیات کا اعجاز

قرآن کریم کا ہر مضمون دوسرے مضمون سے بہت زیادہ مربوط ہے۔ بعض دفعہ دو متضاد مضامین کو جمع کرتا ہے۔ اس کو دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے کہ خروج کہاں سے اور دخول کہاں پر ہے بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ دونوں کبھی بھی متضاد نہیں رہے۔ قرآن کریم کا اعجاز ذوقی ووجدانی دونوں طرح کا ہے۔

ایک تقابلی جائزہ

امرء القیس عرب کا مشہور شاعر، رزم و بزم کی تصویر کشی کا ماہر پوری عرب برادری میں مافوق العادت قوت کا حامل تصور کیا جاتا ہے۔ اپنے رزمیہ اشعار میں گھوڑے کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:

(الف) مِكَرّ مِفَرّ مغقبل مُدْبِر معًا كجُلمود صَخْر حطّه السيل من عَلِ

"وہ گھوڑا حملہ کرنے والا، بھاگنے والا، آگے آنے والا، پیچھے کو مڑنے والا سب ایک وقت میں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک پتھر ہے جس کو سیلاب نے اوپر سے لڑھکا دیا ہے۔"

(ب) كُميت يُزلّ اللِبْد عن حال متنه كما ذَلّت الصفواءُ بالمتنزّل

"وہ گھوڑا سیاہی و سفیدی مائل چتکبرا ہے، اس کی پیٹھ ایسی صاف ہے کہ نمدہ اپنی پشت کے وسط سے اس طرح پھسلاتا ہے جیسا کہ صاف چکنا پتھر اپنے اترنے کی جگہ سے پھسل کر گرتا ہے۔"

(ج) على الذَبْل جَيّاش كأن اهتزامه اذا جاش فيه حمْيُه غليُ مرجلٍ

"وہ دبلا پتلا ہے لیکن جوش ایسا کہ اس کے چلنے کی آواز گرمیٔ نشاط کے جوش میں دیگ کے ابلنے کی آواز معلوم ہوتی ہے۔:

(د) اذا ما السابحات على الونى أثرن الغبار بالكَديْد المؤكّل

"جس وقت تیز رفتار گھوڑے تھک ہار کر پامال شدہ زمین پر غبار اڑاتے ہیں وہ گھوڑا بدستور بارش کی مانند تیز چلتا ہے۔"

(ھ) يُزلّ الغلامَ الخِفّ عن صَهواته ويُلوي بأثواب العنيف المثقل[16]

---

[16] سبع معلقات (مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س ن)، ص: ۸

" ہلکے پھلکے اناڑی نوجوان کو اپنی پیٹھ سے پھسلا دیتا ہے، اور بھاری بھر کم تجربہ کار شہ سواروں کے کپڑے گرا دیتا ہے۔"

ان پانچ اشعار میں اکیاون الفاظ استعمال ہوئے ہیں جنہیں گھوڑے کی تعریف میں مقصود بنا کر کہے گئے ہیں۔ یقیناً سننے والا فصاحت و بلاغت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا، لیکن قرآن نے ضمناً گھوڑے کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے۔

وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا- فَالْمُوْرِيَاتِ قَدْحًا - فَالْمُغِيْرَاتِ صُبْحًا - فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا - فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا.[17]

" قسم ہے دوڑتے ہانپتے گھوڑوں کی جو ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں، پھر صبح کے وقت تاخت و تاراج کرتے ہیں، پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں، پھر اس وقت دشمنوں کی جماعت میں جا گھستے ہیں۔"

درج بالا آیات میں صرف بارہ الفاظ میں گھوڑے کی ان واقعاتی و حقیقی صفات کو بیان کیا گیا ہے جبکہ اشعار میں صرف خیالات کو بیان کیا گیا ہے۔ قرآن ایسا معجزہ ہے جو اپنے مقصد میں مکمل طور پر کامیاب رہا۔ اس نے ساری دنیا میں بڑا انقلاب عظیم برپا کیا۔ سوئی انسانیت کو جھنجھوڑا، منتشر اقوام کو متحد کیا اور منحرف جماعت کو سیدھے راستے پر لگا دیا۔

خلاصہ بحث

قرآن کریم جناب رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سب سے بڑا معجزہ ہے اور قیامت تک زندہ رہنے والا معجزہ ہے۔ باقی بہت سے ایسے معجزے تھے جو وقتی تھے جن پر ہمارا ایمان ہے۔ مثلاً چاند کے دو ٹکڑے ہونا، آپ ﷺ کی مبارک انگیوں سے پانی کا چشمہ پھوٹنا، آپ ﷺ کی برکت سے چند افراد کا کھانا سینکڑوں افراد کے لیے کافی ہو جانا وغیرہ۔ قرآن کریم ایک ایسا معجزہ ہے جو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور اس کے اعجاز کا مشاہدہ بھی کر رہے ہیں اور قیامت تک لوگ اس زندہ معجزے کو کھلی آنکھوں سے دیکھتے رہیں گے۔ قرآن کریم ایک ایسا اعجاز ہے کہ یہ سینوں میں محفوظ ہو جاتا ہ۔ دنیا میں صرف ایک ہی کتاب ہے جس کے حافظ لاکھوں کی تعداد میں ہر وقت موجود ہیں۔ آج دنیا میں کاغذ، قلم، سیاہی، ڈسک، سی ڈی، کیسٹ اور اسی طرح تمام کتابیں ختم ہو جائیں اس کے باوجود بھی قرآن کریم محفوظ رہے گا۔

---

[17] سورۃ العادیات ۱۰۰: ۱۔ ۵